شعری مجموعہ

شبِ تنہائی

ڈاکٹر محمد شفیع ایاز

شبِ تنہائی

شعری مجموعہ

ڈاکٹر محمد شفیع ایاز

نام کتاب: شبِ تنہائی

شاعر: ڈاکٹر محمد شفیع ایازؔ

صنف: شاعری

زبان: اُردو

اشاعت اوّل: ۲۰۱۲ ء

تعداد: ۵۰۰

قیمت مجلد: Rs 300/-

سرورق: عادل مختار

طباعت: المختار پبلی کیشنز اسلام آباد کشمیر

ڈاکٹر محمد شفیع ایاز، اقبال آباد، کے پی روڈ اسلام آباد (اننت ناگ) کشمیر

192101

پیش لفظ

زندگی ایک سفر ہے اور میں بھی اس سفر میں ایک برگ آوارہ کی طرح تسلسل سے رواں دواں ہوں ۔ زندگی کی دھوپ چھاؤں میں کوئی بھی شخص ایک احساس، ایک کیفیت اور ایک جذبہ جسے محبت کہتے ہیں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ محبّت ایک یقین ہے، اعتبار ہے اور زندہ احساس ہے۔محبت کی چند ساعتیں بے رنگ زندگی کے سو برس سے بہتر ہے۔ محبت کے علاوہ دنیا میں جو بھی غم ہیں وہ محبت کے نہ ہونے کے سبب ہیں ۔ میرے لئے محبت کا عروج شب تنہائی ہے۔رات کے تاریک سناٹوں میں میرے ساتھ میری تنہائی ہمکلام ہوتی ہے اور مجھے اُنہی لمحوں میں یہ سوغات ملی ہے۔

اختر الایمانؔ نے زندگی اور محبت کو کیا خوب انداز میں پیش کیا ہے

جیون کی اس دوڑ میں ناداں یادا گر کچھ رہتا ہے

دو آنسو، اک دبی ہنسی اور دو روحوں کی پہچان

وہی یادیں سمیٹ کر میں شبِ تنہائی لے کر آیا ہوں۔ اس اُمید کے ساتھ کہ آپ اپنی تنہا راتوں میں اس کے حرف حرف میں کھو جائینگے اور یوں آپ مجھے اپنے ساتھ پائینگے۔ میرا ماننا ہے کہ تاریکی کو کوسنے سے بہتر ہے کہ ایک ننھا سا دیا ہی روشن کر دیا جائے ''شبِ تنہائی'' تاریک راتوں کا وہی تنہا سا دیا ہے

میری گزارش ہے کہ میری شاعری کا آپ دوسرے معتبر اور معزز شعرا کے کلام سے موازنہ نہ کریں۔ یہ میرے ساتھ ناانصافی اور اُنکی شان میں گستاخی ہوگی۔ ادب کی راہ گزر کٹھن ہے اور میرے قدم خود بخود اسی راہ پر چل پڑے ہیں۔ بس لکھ رہا ہوں

آپ اگر مجھے اس راہ گزر کا مسافر تسلیم کرتے ہیں یا ایسا سوچتے ہیں تو یہی میرے لئے کافی ہے

خاموش لبوں کی دعاؤں میں اثر ہے
کتنی بے باک یہ راتوں کی نظر ہے

۱۴رستمبر ۲۰۱۲ء

ڈاکٹر محمد شفیع ایاز

انتساب

اُن بیتے لمحات کے نام

جن کو میں

نہ حقیقت کا لباس پہنا سکا

اور نہ

الفاظ کے سانچے میں ڈھال سکا

غالباً

یہ ناممکن تھا

ڈاکٹر محمد شفیع ایازؔ

دنیا کے اندھیاروں میں ہے ایک سہارا یادوں کا
راہِ وفا پر جب بھی کبھی یہ قدم مرے ڈگمگائے ہیں

دعا

کرم ہے آپ کا درکار
اے میرے پروردگار
مغفرت کا ہوں طلبگار
اے میرے پروردگار
آنکھیں میری ہیں اشکبار
گناہوں سے ہوں شرمسار
بخشش کا ہوں امیدوار
معافی کا ہوں خواستگار
ہو میری نیا بھی پار
اسی کا ہے انتظار
ایاز ہے حاضر دربار
اے میرے پروردگار

شانِ رسول ﷺ

محبوب رب العلمین اعزاز یہ شانِ رسول ﷺ
آپ امامُ الانبیا ،آپ سلطانِ رسول ﷺ

آپ ﷺ کی صورت یقیناً ہر سورہ ہے قرآن کا
شمس و قمر ہے نمایاں روئے تابانِ رسول ﷺ

رحمت للعالمین خود ربّ نے بنا دیا
ہے فرمانِ خدا جو ہے وہی فرمانِ رسول ﷺ

عالم محشر میں بھی جب آپ ﷺ ہونگے جلوہ گر
محشر سمٹ کر آئیگا زیر دامانِ رسول ﷺ

ہو بیان ایاؔز سے کیا عظمت شانِ رسول ﷺ
ربّ ذُو الجلال خود ہے ثناخوانِ رسول ﷺ

غزلیں

نہ سوچا تھا کبھی میں نے نہ سوچا تھا کبھی تم نے
جو سوچا ایک دن ہم نے نہ سوچا تھا کبھی ہم نے

وفا کے گیت گائے تھے سدا ہم مسکرائے تھے
نظر پھیری وفا بدلی تو مارا بس تبھی غم نے

سُنا تھا ہم نے تم سے ہی محبت میل ہے دل کا
کبھی سوچا نہیں میں نے جو چھوڑا ساتھ ہمدم نے

یہ بستی ایک ویرانہ مگر پھر بھی تو جینا ہے
ایاؔز کو یہ سکھایا ہے ستم کے سوزِ پیہم نے

شکوہ اس تقدیر کا ہم کب اپنی زبان پر لائے ہیں
خون کے آنسو پی کر بھی ہم سدا یوں ہی مُسکائے ہیں

دنیا کے اندھیاروں میں ہے ایک سہارا یادوں کا
راہِ وفا پر جب بھی کبھی یہ قدم مرے ڈگمگائے ہیں

ہم نے وفا کو زیست ہے بخشی تم بھی ذرا کچھ یاد کرو
ہم نے محبت کی دار پہ اکثر گیت وفا کے گائے ہیں

تمہیں مبارک دنیا ہو اپنی ہمیں ملا جو ملنا تھا
دل سے خود ایازؔ نے دلبر آنسو مانگ کے لائے ہیں

دلوں میں اِک سکون نہیں دعا میں کچھ اثر نہیں
کہ موت مانگ مانگ کے حیات مختصر نہیں

یہ دنیا بھی عجیب ہے سمجھ سے ہے بہت پرے
مکان میرا مکیں میرے مگر یہ میرا گھر نہیں

پلا رہے ہیں جام وہ کہ ناز کے انداز کیا
یہ لب مرے تو تشنہ ہیں کہ کوئی چارہ گر نہیں

ایاز سے ہیں پوچھتے جفا بھی کوئی چیز ہے
وہ یار جن کو خود وفا کی اک زرا خبر نہیں

وہ جب سے ہمارے یار ہوگئے
ہم اُن کے غم میں گرفتار ہوگئے

سکون تھا سکوت و اطمینان تھا
اب شام و سحر ہم بیقرار ہوگئے

دل جھکا نہیں تھا کسی آستان پر
دل چیز کیا ہے ہم اُن پہ نثار ہوگئے

دنیا سے بے خبر اب آیاز ہوگئے
جب سے وہ ان کے پرستار ہوگئے

دوستوں کی دشمنی کا غم نہیں
میرا اپنا غم بھی ویسے کم نہیں

ہے محبّت کا یہ نشتر جان لو
زخم ہے جسکا کہ اب مرہم نہیں

ہم کو اپنے درد سے اب اُنس ہے
اے خوشی تو جا کہیں ، وہ ہم نہیں

ہے محبّت خام تیری اے ایاز
اس لئے اشعار میں وہ دم نہیں

جو بیانِ یار کر دے وہ زباں کہاں سے لاؤں
مری نظم تِشنہ لب ہے وہ سماں کہاں سے لاؤں

میں جو جَل رہا ہوں صحرا میں تپش سے میرے ہمدم
میں چمن کی سیر کرتا وہ اُڑاں کہاں سے لاؤں

ہے سبھوں کی اپنی دنیا، ہیں سبھوں کے اپنے سائے
جو ہو سایہ سب کا ایسا آسماں کہاں سے لاؤں

ہے عجیب تر یہ دنیا، یہاں رنگ و بو نہیں ہے
جہاں خوشبوؤں کا گھر ہو وہ گلستاں کہاں سے لاؤں

جو بدل گیا ہے گھر اب، کہ بدل گئے ہیں رشتے
کہ ایاز کو ملیں سب، وہ جہاں کہاں سے لاؤں

چاہت اُن کی بن ہی گئی مجبوری ہے
طرزِ محبت سیکھیں یہ بھی ضروری ہے

اتنی جرأت تھی ہی کہاں کچھ بات کریں
اظہاروں کو اب کے ملی منظوری ہے

بات کریں ہم کس کے وفا کی محفل میں
وعدوں میں پنہاں کوئی کمزوری ہے

یہ تو ہے آغازِ ستم کیا جانو گے
ابھی کہانی ایازؔ تیری یہ ادُھوری ہے

وفا نبھانا بس یوں سمجھو ایسا ویسا کام نہیں
یہ اک ایسا درد ہے جسکی دوا بھی یارو عام نہیں

اشک بہانا، آہیں بھرنا، عشق کا دستور یہی
شکوہ و شکایت کوئی نہیں ہے اور کوئی الزام نہیں

راہیں بھی دشوار بڑی ہیں قدم قدم پر کانٹے ہیں
تیرے بس کی بات نہیں ہے، منشاء محبت عام نہیں

آیاز کا ہی نام ہے کافی عشق کے اِن ایوانوں میں
دور تماشہ دیکھ رہا ہے اب وہ تشنۂ جام نہیں

یار کیا خاموش ہے
سارا جہاں خاموش ہے

شام اب ہونے کو ہے
خالی مری آغوش ہے

کھو گئی ہر بات ہے
ہر سخن مدہوش ہے

دیر سے ہی، آ تو جا
باقی اب بھی ہوش ہے

عمر بھر پچھتاو گے
یہ ایاز بے دوش ہے

محفل میں تو ہم کو نہیں بلواتے ہیں
نام مگر بازو پہ میرا لِکھواتے ہیں

نا شدّت کی گرمی ہے نا سرد ہوا
جانے گُل کیوں باغوں میں مرجھاتے ہیں

سارے فسانے کیسے حقیقت بنتے ہیں
گلی گلی میں ہم قصّے دُہراتے ہیں

اُن کو عداوت مجھ سے اُن کا ظرف یہی
خود کو اپنی آگ میں ہی تڑپاتے ہیں

جس نے گرایا ہم کو نظروں سے ایاز
اب کے ہماری وفا کی قسمیں کھاتے ہیں

آغاز یہیں انجام یہیں
ہے صبح یہیں اور شام یہیں

جو برق گری آشیانے پر
ہے کرنی کا انجام یہیں

ہر درد یہیں اور دوا یہیں
ساقی بھی یہیں اور جام یہیں

نا اِدھر ہے کچھ نا اُدھر ہے کچھ
جو کرنا ہے کر کام یہیں

ایازؔ وہاں سب جائز ہے
حلال یہیں حرام یہیں

ذرّہ ذرّہ منّور
اور فضا بھی ہے معطر

خوشبو خوشبو چاروں اور
کس کے آنے کی ہے خبر

آنگن کا یہ سوکھا پیڑ
ٹہنی پر ہے کیسا ثمر

رات جو بیتی سہمی سی
صبح ہوئی نا ہوئی سحر

جھولی میں بس لئے یہ غم
پھِرا کرے ہیں دہر دہر

سُنا رہا ہے جانے کیا
رستے کا وہ اک پتھر

دل مضطر ہے یوں میرا
اُٹھی کہاں سے ہے یہ لہر

آیاز تیرا اِنتظار
لے کے وفا کی ایک مُہر

رنگ نئے ہیں زمانے کے
نئے اصول مے خانے کے

تیور جو بدلے ساقی کے
سارے بہانے بتانے کے

نہ ہی حسن کا کوئی نیلام
نہ جام و صبو کچھ پلانے کے

لہو کا ہے بازار اب گرم
مواقعے یہی کمانے کے

برسوں کے وہ یارانے
ہر لمحہ آزمانے کے

اس رسوائی کے در پر
قصّے سارے سنانے کے

بنا کے مجنوں اب ایازؔ
جنوں کے حرف جتانے کے

آنسوؤں کا یہ سیلاب تھمتا نہیں
دل کا دریا بھی رُکنے سے رُکتا نہیں

دل ہے بے مول، انمول ، کہتے ہیں سب
بیچ بازار بِکنے سے بِکتا نہیں

دوستی دل میں ہے پر ہے سر میں جنون
سر ہمارا یہ کٹتا ہے جھُکتا نہیں

بحر میں بسنے والے نہ موجوں سے ڈر
قہر میں سر ہتھیلی پہ ٹِکتا نہیں

غم کی بارات، ایاز مسکان لئے!
درد سینے کا ویسے بھی دِکھتا نہیں

نہ حسن رہیگا نہ جوانی ہی رہیگی
بس عشق کی یہ ایک کہانی ہی رہیگی

بھولینگے وہ لمحے کہ یہ آسان نہیں ہے
ہر یاد دل میں ہمیشہ دیوانی ہی رہیگی

ہو شام تیری جب بھی کبھی اُداس اے ہمدم
یاد کرنا رات وہی سہانی ہی رہیگی

ڈسنے لگیں گی جب کبھی تنہائیاں تجھے
انگھوٹھی ساتھ میری نشانی ہی رہیگی

تھک جاؤ گے جب کبھی مایوس ہو کے تم
یادوں میں ایازؔ کی ہی روانی ہی رہیگی

سب کی حقیقت رسم نبھانی ہے شاید
ایسے ہی یہ کٹتی جوانی ہے شاید

لوگ گھروں میں سہمے سہمے رہتے ہیں
ہر اِک آنکھ میں بہتا پانی ہے شاید

اخوت، مروت، ایثار سارے لفظ حسین
دل میں اُتری بات زبانی ہے شاید

اسمٰعیل کا سر خم حکم ابراھیمؑ
ایسی بھی نا کوئی کہانی ہے شاید

ایاؔز دنیا دیکھ کے بولے سچی بات
موت کی قسمت میں بھی فانی ہے شاید

اک بار اپنا جلوہ دکھا دو پیار سے
چہرے سے یہ پردہ ہٹا دو پیار سے

ایسے نہیں تو خواب میں ہی تم آجاؤ
ہاتھوں سے یہ زہر پلا دو پیار سے

دنیا سے انجانا ہوں تُجھ میں گُم
دل میں لگی ہے آگ بجھا دو پیار سے

مانا میرے طرز بیان میں اثر نہیں
گھاؤ مرے یہ سب کو دِکھا دو پیار سے

عمریں کتنی بیت گئیں معلوم نہیں
ایاؔز کو جینا ہی سکھا دو پیار سے

دل لگی کرنا کہاں آسان ہے
یہ لبِ ساحل نہیں طوفان ہے

دیکھ لے بن کے محبت کا غلام
قلم ہوتا کس طرح ارمان ہے

چند لمحے ہیں یہ خوشیوں کے فقط
اور ساری عمر بس ترسان ہے

ہے یہ رُسوائی کا عالم جان لو
اک محبت کی یہی داستان ہے

جتن کرلو لاکھ تم ایاؔز، سُن
رنج و غم کا بس یہی سامان ہے

مجھکو طوفان نے ہے اُبھارا
گیسو آندھی نے ہے سنوارا

ڈبو دے مجھ کو بیچ سمندر
بہتا پانی ایک کنارا

شہر یہ چھوڑ کے جاؤ تو بھی
ہر لب پہ بس نام تمہارا

چاند سے گر وہ جدا ہے لیکن
ٹوٹا تارا پھر بھی تارا

ایازؔ خود میں اک عالم ہے
اک نکتے میں جہان سارا

ایک نگاہ اور سارا غم وہ کیا ہوا
راستوں کا پیچ و خم وہ کیا ہوا

سنگ دل وہ اِک ستم گر تھا کبھی
شوقِ میں اُلجھا صنم وہ کیا ہوا

اُس کے چہرے پر گرے پردے ہزار
لمحے لمحے کا ستم وہ کیا ہوا

دل میں پنہاں بس تری ہی آرزو
خشک اپنا چشم نم وہ کیا ہوا

کیوں فسانے لکھ رہا ہے یہ ایازؔ
کوئی تھا اک ہم قدم وہ کیا ہوا

ہوا میں مُدغم پانی ہے
کیسی یہ زندگانی ہے
سب پھولوں کے دامن چاک
چمن میں بس ویرانی ہے
کفن بنے گا سب کا لباس
آنکھ میں کیوں طغیانی ہے
سہمے سہمے لوگ سبھی
ہر چہرا حیرانی ہے
مہ پاروں کی محفل میں
عدو کی اک یارانی ہے
دید کے آگے اک منظر
ہر لمحے کی کہانی ہے
ایاؔز کی یہ بات نہیں
دنیا سب کی، فانی ہے

سچ کہنے میں کوئی قباحت کس نے کہا؟
میرے پاس ہے کوئی دولت کس نے کہا؟

چھائی گھٹا ہے، غم کی افق ہے شام و سحر
دنیا اب بھی میری سلامت کس نے کہا؟

ڈوبی سیاست میں ہے محبت کیسی وفا؟
باتوں میں ہے اُن کی صداقت کس نے کہا؟

زندہ ابھی تک کہتے ہیں ایاز بھی ہے
یہ بھی مانیں کوئی کرامت کس نے کہا؟

زندگی میں یہ کیسا مقام آگیا
زندہ رہنے کا پھر سے پیام آگیا

ان خیالوں میں جس کی اِک تصویر تھی
اُس کا لب پہ میرے کیسے نام آگیا

میری منزل بھی شاید قریب آگئی
یوں میرا عشق میرے ہی کام آگیا

سجدہ کرنے کا مجھ میں نہیں تھا شعور
جانے حصّے میں کیوں احترام آگیا

کاوشیں زندگی کی یہ لائی ہیں رنگ
دیکھ ایازؔ ماہِ تمام آگیا

یوں ہاتھ ہم سے ایسے چھڑا کر چلے گئے
اس دردِ دل کو اور بڑھا کر چلے گئے

خوشیاں چھلک رہی تھیں میرے چار سُو مگر
وہ آئے کیا کہ ہم کو رُلا کر چلے گئے

ہم نے راہِ عشق میں روشن کیا تھا دل
اک پھونک سے وہ شمع بُجھا کر چلے گئے

کتنی حسین زندگی، کتنی تھی مشک بار
ایاؔز کون رنگ یہ اُڑا کر چلے گئے؟

بھولی بسری کوئی یاد آنے لگی
بعد مدت خلِش یہ ستانے لگی

جب حیا کا جنازہ اُٹھا دھوم سے
آنکھ رونے سے بھی کسمسانے لگی

جشن رقصاں بہت خوب محفل میں ہے
اک کنواری بھی جلوے لُٹانے لگی

باپ خوش ہے یہی دیکھ کر شان سے
اُس کی بیٹی جو اب ہے کمانے لگی

دُور بیٹھا تھا ڈوبا میں کس سوچ میں
یاد آئی تری مسکرانے لگی

آج نیلام شرم و حیا ہوگئی
رفتہ رفتہ زمیں سر جھکانے لگی

بیچ کر اپنی عصمت جو لوٹی ہے وہ
نسل اُن کی بھی اب سر جھکانے لگی
ایسے بن ٹھن کے نکلی ہے بنتِ حوا
جیسے دنیا کو ہے وہ رجھانے لگی

کیا اُڑایا تمسخر ہے تقدیر کا
جیسے خود اِک مقدر بنانے لگی
باپ اس کا رئیسِ شہر بن گیا
اب جو دولت بھی گھر اسکے آنے لگی

زندگی اک تماشہ ہی بن کے رہی
شرم کے گھر سے ڈولی جو جانے لگی
بِک گئے کتنے ایاز بازار میں
فکر کس کو بھلا اب ستانے لگی

وفا جن سے کی بے وفا ہوگئے
نہ جانے وہ کیوں یوں خفا ہوگئے

یہ سازش ہی تھی کوئی تقدیر کی
کہ گُل سب چمن کے فنا ہوگئے

تھا اپنا وطن اور اپنے ہی لوگ
کہ تنہا ہوئے، کیا سے کیا ہوگئے

وہ تو رہزن ہی تھے کارواں میں سبھی
ایک لمحے میں سب رہنما ہوگئے

عطر و خوشبو لگائی جب اس عید پر
بھول کر اپنے روزے، قضا ہوگئے

پھول اُس نے جو پھینکا لہو بہہ گیا
اپنے قرضے بھی یوں سب ادا ہوگئے

شام ہونے چلی تیری اب ہے ایازؔ
خواب تیرے بھی تجھ سے جدا ہوگئے

دل بے قرار میرا لگائے ہوئے ہے آس
ہے آج دور ہم سے کل ہوگا میرے پاس

ڈھاتا رہے زمانہ ستم ہم پہ غم نہیں
آتی مگر ہے کیوں نہیں اُس کو وفا یہ راس

راہِ حیات میں کر کے اکیلا مجھے کبھی
گُم گشتگی پر میری ہونگے کبھی اُداس

مانا کہ ہم سے دور ہے لیکن گواہ یہ دِل
جو اُس کا ہی بن گیا ہے کبھی آشیانِ خاص

ممکن نہیں کہ ہو ملن اپنا کبھی مگر
آوٗ وداع کر کے چلیں موت ہی کے پاس

ایازؔ کا خیال ہے پر سوچ سے بعید
اس زندگی کے رنگ نا آئے اُسے ہیں راس

بات جب دل کی بیاں ہو جائے گی
زندگی پھر غزل خواں ہو جائے گی

زن سے کیا رنگ ہے دنیا کا دیکھ
بات عریاں ہے عیاں ہو جائے گی

زندگی کی ہم سزا ہیں کاٹتے
کیا خبر تھی یوں زنداں ہو جائے گی

جیوتشی کب ہوں مگر یہ بات لکھ
پیار کی دنیا گماں ہو جائے گی

دیکھ لے ایاؔز اِک دن یہ کمال
تنہا رُت بھی ترجماں ہو جائے گی

پرایاپن یہ اپنوں کا سہا جاتا نہیں مجھ سے
یہ اپنے دل کا قصّہ ہے کہا جاتا نہیں مجھ سے

سجائی اپنے خوابوں میں عجب دنیا ہے رہ رہ کر
حقیقت میں تو گھر چھوٹا بھی بن پاتا نہیں مجھ سے

ہجوم بیکراں بھی تھا ، تماشہ خوب تھا لیکن
لہو تو گرم ہوکر بھی جِلاّ پاتا نہیں مجھ سے

پڑا بے ہوش نالی میں یہ لیڈر قوم کا دیکھو
سرابوں کا یہ سوداگر سہا جاتا نہیں مجھ سے

جو بادل غم کے چھائے ہیں دِکھائی کیوں نہیں دیتے
جو طوفان آنے والا ہے کہا جاتا نہیں مجھ سے

سفر آخر سفر ہی ہے ، سہل دُشوار رستے ہیں
مگر منزل سے رہ کر دور رہا جاتا نہیں مجھ سے

اٹل تقدیر ہے لیکن اسے بدلا بھی جائے گا
ایازؔ یہ جانتا ہے دور وہ داتا نہیں مجھ سے

پتھر پتھر شہر یہ میرا ہریالی کا کیا کام یہاں
یاں دل کوئی نہیں تڑپتا انساں کا بس نام یہاں

ماں کی ممتا بھی ہے جھوٹی رہنے کو دنیا چھوٹی
سیدھے سادھے لوگوں کا اب جینا ہوا حرام یہاں

ایسی ہوائیں چلی یہاں کہ ہیبت و وحشت چھائی ہے
غیروں کے ہم قصیدخوان ہیں غیرت لب بام یہاں

چمن میں ویرانی ہے ہر سو چہرے پریشاں اور مغموم
عریانی کا ہے یہ عالم ہے رقص ہے صبح و شام یہاں

ننگ ملت، ننگ وطن سب رسوا رسوا سارا چمن
لہو لہو آیاز زبان ہے کون کرے گا کلام یہاں

ساز میرا اور تیرا انداز ہو
زندگی کا اک نیا آغاز ہو

ذکر محفل میں تمہارا ہو سدا
اور مجھے اس پر بڑا ہی ناز ہو

بات چاہے کیسی بھی ہو روز وشب
راز ہو، دم ساز ہو، ہمراز ہو

جان کی کوئی نہ پرواہ ہو ہمیں
اونچی اپنی اتنی ہی پرواز ہو

دنیا ہم سے دور ہو جائے مگر
تم میرے، تیرا مگر ایاز ہو

جی بھر گیا ہے میرا اب تو سُلا مجھے
تنہائی ڈس رہی ہے واپس بُلا مجھے

کتنے سجائے سپنے، سپنے ہی رہ گئے اب
کیوں خواب اور دیکھوں اب تو جگا مجھے

جی بھر کبھی بھی میں نے دیکھا نہ چہرہ اُنکا
جلتا رہا ہوں ہر دم آ پھر جلا مجھے

اُسکی سسکتی آنکھیں، اُسکا سوالی چہرہ
دے میری عمر اُسکو، اُس کی سزا مجھے

خوشیوں سے کب کا توڑا ناطہ ایازؔ نے بھی
ایسے بھی جی ہی لیں ہم دے اک سزا مجھے

رسواء زمانہ ہیں ہم سر اٹھائیں کیسے
خنجر جگر میں پیوست، ہم مُسکرائیں کیسے

ہے رقیب دوست سارے پڑے پیچھے میری جان کے ہیں
ہر اک قدم پر پہرہ آنکھیں بچائیں کیسے

محفل سے ہے نکالا یاروں نے کب کا مجھ کو
اب دوستی پہ اب ہم سب کچھ لُٹائیں کیسے

ہیں گناہ ان گنت اور ہے وجود داغ لے کر
ایاؔز روزِ محشر جائیں تو جائیں کیسے

تنہائی سے گھبرا کر اب ڈرتا ہوں میں راتوں سے
وحشت دل کا حال ہوا ہے سہمی سہمی باتوں سے

بشر تو ہوں میں، خطا مقدر، پر ہے امیدوں کا سایہ
ایمان مکمل نہیں ہے آس ہے بس سوغاتوں سے

موت ہے بہتر جیون سے اب، ایسا عالم ہے یارب
کچھ تو سکونِ قلب ملے اب، اللہ تیری جماعتوں سے

گنتی کے چند روز ہیں باقی، رہے سلامت دولت دل
ایاز کو کچھ خوف نہیں ہے دنیا کی حرکاتوں سے

حال دل چھپاتے رہے ہیں
ہر گھڑی مسکراتے رہے ہیں
آنے والا نہیں کوئی پھر بھی
اپنے گھر کو سجاتے رہے ہیں
کوئی مطلب جہاں سے نہیں ہے
زندگی بس نبھاتے رہے ہیں
وہ خطاوار ہوکر بھی روٹھے
ہم تو انکو مناتے رہے ہیں

لاکھ سمجھانے پر بھی نہ سمجھے
سر تو اپنا کھپاتے رہے ہیں
غم و اندوہ نے آ کاش گھیرا
غم کے بادل ہٹاتے رہے ہیں
ہم تو مایوس ہوتے نہیں ہیں
بس دعائیں کماتے رہے ہیں
ہے جہاں میں یہ آیازؔ شیوہ
رسم دنیا نبھاتے رہے ہیں

اِحتساب کی بات کرو! تمہارا اپنا کوئی حساب نہیں
چھوٹے چھوٹے سوالوں کا تیرے پاس جواب نہیں

واعظؔ کے خطاب کو سُننے آئے تھے ہم سارے لوگ
پردے کا عنوان تھا لیکن واعظ کے گھر میں حجاب نہیں

فکر و عمل کا درس دیا داعی جو آیا تھا دور سے
جس کتاب کا نام لیا اسمیں تو وہ باب نہیں

ادب کی جو وہ بات کریں اثر سے وہ خالی ساری
حرف حرف اُڑتے دیکھے ایازؔ یہ کوئی خواب نہیں

ادھر کوئی ملال نہیں
اُدھر کوئی سوال نہیں

ہر امتحان دے دیا
ملن کا اب کمال نہیں

ہجر سے کوئی ڈر نہیں
محبت ہے زوال نہیں

جدا کبھی نہ ہونگے ہم
موت کی مجال نہیں

ہر ایک پل کی ہو خبر
تجھ میں وہ جمال نہیں

دشمنی کے اصول ہیں
کسی کو یہ خیال نہیں

آیاز تُو دور ہی سہی
بے ہوش تاحال نہیں

سُلجھانے جو آئے تھے اُلجھا کر ہی چلے گئے
آگ بجھانے والے تو بھڑکا کر ہی چلے گئے

حال ہمارا پوچھا کیا زخم کی نمک پاشی کی
تڑپا کر وہ ہمیں تو خود مسکرا کر ہی چلے گئے

وہ رکھتے اچھا ہے ہُنر چہرہ پڑھنے پڑھانے کا
گھر میں شیشہ دیکھ لیا منہ چھپا کر ہی چلے گئے

باتوں میں کیا جادو ہے دن کو رات بناتے ہیں
دن دہاڑے ایاز کو خواب دکھا کر ہی چلے گئے

میری کوئی کہانی لیکر اِک افسانہ لکھ لینا
مجروح مجروح عالم میرا، ایک زمانہ لکھ لینا

دنیا کی نظروں سے اوجھل فرصت کے اُن لمحوں میں
روشن جب مہتاب کوئی ہو اک خط شبانہ لکھ لینا

تم یوں میرے پاس نہ آنا بس اِک بات یہ کرنا رقم
نا آنے کا کوئی حسیں سا ایک بہانہ لکھ لینا

ایازؔ تم کو مل جائیگا دیمک لگی کتابوں میں
یادوں کے اُس تاج محل میں ذکر شاہانہ لکھ لینا

عارضی حشمت پہ اب اتنا غرور
دن ہمارے بھی تو آئینگے ضرور
کر دیا نظروں سے ہم کو تم نے دور
دن ہمارے بھی تو آئینگے ضرور

بے قضا مرنے کی تو ہے یہ سزا
مر کے جینے کا بھی چکھ لے اک مزا
ہے عجب وقت کا یہ دستور
دن ہمارے بھی تو آئینگے ضرور

کل جہاں تھی دھوپ، چھاؤں ہے وہاں
سر جہاں تھا آج پاؤں ہے وہاں
تب مقدر ساتھ تھا ہے آج دور
دن ہمارے بھی تو آئینگے ضرور

کھوٹے سکوں میں کیا نیلام ہے
کر دیا اس دہر میں بدنام ہے
تب تیرا ہر ستم تھا منظور
دن ہمارے بھی تو آئینگے ضرور

نام تیرا اب تو مٹ ہی جائیگا
یاد کے صفحوں سے کٹ ہی جائیگا
اپنے بُنے جال میں تو محصور
دن ہمارے بھی تو آئینگے ضرور

تجھ کو ہو مبارک تیرا حال اب
نا ہی حشمت نا ہی جاہ و مال اب
زندہ رہنا تیرے لئے ہے ناسور
دن ہمارے بھی تو آئینگے ضرور

پھول کے بدلے تو کوئی خار دے
مارنا ایاؔز کو ہے مار دے
بس ذرا اتنا بتا دے کیا قصور
دن ہمارے بھی تو آئینگے ضرور

شبِ تنہائی

گھر میں دھوپ جو چھائی ہے
کیسی قسمت پائی ہے

میری ہی چھت لے کے اُڑی
کل جو آندھی آئی ہے

ہر اک کھیل نرالا ہے
قسمت تماشا لائی ہے

آدم ایک اکیلا تھا
رام رحیم کا بھائی ہے

کرے ہے فتنہ برپا کون ؟
نفرت کا شیدائی ہے

ایاز گُم صُم حیران کیوں
دنیا سب ہرجائی ہے

تو ساتھ مرے ہے کسی انکار کی طرح
تجھ کو پسند ہوں میں ترے اغیار کی طرح

زلفوں کو سنواروں تری روز و شب مگر
بے رنگ پھول ہوں میں کسی خار کی طرح

کب سے اٹھے ہیں ہاتھ مگر بے اثر دعا
ہر لفظ تک رہا ہے گُنہگار کی طرح

من میں ایازؔ کے کبھی جھانکو تو جان لو
دل کی زبان ہے میری اشعار کی طرح

ڈرتا ہے ہر خوشی سے مغموم دل میرا
اب اور بہلتا نہیں معصوم دل میرا

میٹھی ہر ایک بات میں تلخی کی کسک ہے
سمجھا ہے اب کے پیار کا مفہوم دل میرا

کیا کیا شگن نکالوں میں دورِ فلک سے اب
ٹوٹا ہوا سا تارا ہے مظلوم دل میرا

دنیا کی بھیڑ اجنبی، تنہا بس ایک میں
ہے لذتِ خیال سے محروم دل میرا

لگتا ہے ڈر ایاز کو کیوں روشنی سے اب
آ، اے اندھیری شب کہ کبھی چوم دل میرا

خواہشِ دل جو دل میں ہے بڑھنے لگی
زندگی زندگانی سے کٹنے لگی

محفلِ دل کا آغاز جب ہوگیا
شمعٔ دل بتا کیوں ہے بجھنے لگی

ذکر اُس کا لبوں پہ ہی ساکت رہا
بات کیسے یہ دنیا سمجھنے لگی

اُن سے ملنے کا پیغام آہی گیا
ساری دنیا ہے جیسے مہکنے لگی

آشنا کب ہوئی ہے وہ ایاز سے
ڈوب کر خود میں کیا کیا ہے سہنے لگی

غیروں کی طرح مل جاتے ہو
یوں تڑپا کر کیا پاتے ہو؟

اپنا تو ہے غم سے یارانہ
خوشیاں تم کہاں سے لاتے ہو

تنہا ہمیں رہنے کی عادت
کیوں خواب ہمیں دکھلاتے ہو

ایاز کو کر کے شہر بدر
اب پیار سے پھر کیوں بُلاتے ہو

بے ثباتی پہ اعتبار کیا
ہائے کیوں اُن کا انتظار کیا

گلستان منتظر ہے اب یارو
مہکی راہوں نے گرفتار کیا

جانے کیوں آج بے بسی سی ہے
کب کا سجدے سے انکار کیا

اعتباری کی انتہا دیکھو
مجھ کو دیکھے بنا قرار کیا

وہ تماشا بنے ہیں ساحل کے
ہم نے موجوں کو بھی ہے پار کیا

سارے تکتے ہیں تم کو ہی ایازؔ
اِک گناہ کیا کیا کہ پیار کیا

وہ حبیب ہے کہ رقیب ہے
یہ ادا تو اسکی عجیب ہے

میں تلاش اُس کو کہاں کروں
وہ خیالِ دل کے قریب ہے

وہ سبھی کی جان ہے جانِ جاں
بس ہمارا کھوٹا نصیب ہے

کہ کھڑے ہیں عشق کی راہ میں
جو ایاز آگے صلیب ہے

فضا کی خوشبو بتا رہی ہے
ہوا یہ گھر سے ہی آ رہی ہے

نئی جو روح بن کے آئی اب کے
یہ دل کو ٹھنڈک پہنچا رہی ہے

یہ پردیسی چہرہ یہ شان ان کی
یہ کیسی باتیں سُنا رہی ہے

نہ کوئی اپنا یہاں ہمارا
یہ روزِ محشر دکھا رہی ہے

کہاں وہ رشتے ، کہاں محبّ سب
ہمیں جو گھر یاد دلا رہی ہے

اندھیری شب سے نکل اے ایازؔ
تجھے وہ یاد اک بُلا رہی ہے

مبارک تجھ کو شہنائی
مرا عالم تنہائی

دھوپ ہے ساتھی لمحوں کی
پیاری مجھے ہے پرچھائی

بکھری بکھری یادیں ہیں
زہر میں ڈوبی رُسوائی

تاریکی میں دکھلائی دے
کہاں ہے ایسی بینائی

زیست ہی سمجھو قیامت ہے
کیسی یہ قسمت ہے پائی

ایازؔ نہیں کچھ پھر بھی ہے
آج بھی اُس کا شیدائی

اپنے ہی شہر میں کوئی بھی اپنا نہیں ہے اب
راتیں وہی ہیں نیند وہی پر سپنا نہیں ہے اب

صورت ہی بدل گئی ہے کچھ ایسی چلی ہوا
ہر راہ پر آستانہ ہے جھکنا نہیں ہے اب

نکلے تھے جو سفر پہ تو رستہ بھی خوب تھا
راہزن ہیں راستے میں تو چلنا نہیں ہے اب

روشن ہے میرا چہرا کہ میں اندروں میں آگ ہوں
آؤ چلیں ایازؔ کہ سہنا نہیں ہے اب

غضب ہے کہ عجب یار ہے
دل ہے کہ دلدار ہے

روشنی سے ہے نفرت مجھے
اور شب غم سے بس پیار ہے

اسکی ہر اک ادا ہے عزیز
اُس کے دم سے بہار ہے

اسکا غم بھی کوئی غم ہے کیا؟
ہر خوشی اُس پہ نثار ہے

یہ ہے تقدیر ایاز کی
بادلوں پر وہ سوار ہے

بات ملن کی کرتے ہیں مل کر رہنا ہی نہیں آتا
ایماں سے کیا مسلماں ہیں سچ کہنا ہی نہیں آتا

گھر جو جلا اور دل بھی جلا دھواں دھواں ہے بتا کہاں
دل پر ہمارے چوٹ کیئے آنسو بہنا ہی نہیں آتا

کیا ہے زمانے تُجھ کو خبر، ورق ورق پر دیکھ اثر
ظالم کبھی ہم تھے ہی نہیں، ظلم سہنا ہی نہیں آتا

گھروں میں چھُپ کے بیٹھے تھے سہمے سہمے نہیں تھے ہم
ورثہ اپنوں سے ہے ملا ایسے رہنا ہی نہیں آتا

خطا کسی کی ہے لیکن سزا وہ ہم کو دیتے ہیں
بربادی کے جشن پہ دیکھ ایاز ہنسنا ہی نہیں آتا

تُجھے دل کی سُنانا چاہتا ہوں
تُجھے اِک رنگ میں رنگنا چاہتا ہوں

غمِ دنیا ہے چاروں اور لیکن
خوشی تجھ کو میں دینا چاہتا ہوں

خلوص و پیار جس کا نام ہے بس
وہی رشتہ نبھانا چاہتا ہوں

ہر اک کے صحن میں بس گُل ہی گُل ہوں
میں بارش سا برسنا چاہتا ہوں

اُٹھائے ہاتھ ہے ایازؔ یا رب
میں ہر گُلشن سجانا چاہتا ہوں

چہروں پہ دکھاوا ہے
مصنوعی یہ اُجالا ہے

ہر دل میں ذرا جھانکو
اندھیرا ، اندھیرا ہے

پیری میں اُسے دھتکارا
جس نے تُجھے پالا ہے

ہے زخم تو پنہاں رکھ
خنجر بھی ہمارا ہے

اک عمر نہ جان پایا
کون اپنا پرایا ہے

دن گزر کے سمجھے آیاز
یہ جیون میلہ ہے

ہم بھی سب کے پیارے تھے
ہر سو حسین نظارے تھے

نفرت اُن آنکھوں میں اب
جن کے ہم بھی تارے تھے

دھوپ میں چمکے چہروں نے
کتنے سورج سنوارے تھے

تھوڑی بارش یادوں کی
لہو لہو وہ دھارے تھے

ایازؔ گُل سمجھا تھا جنہیں
تپتے وہ انگارے تھے

بے لوث رشتے ہی بے نام ہوتے ہیں
مانا کہ یہ رشتے بڑے بدنام ہوتے ہیں

آنکھیں جو کبھی چار ہو جاتی ہیں اُن سے
کتنے اچھے انکے وہ پیام ہوتے ہیں

کسی اجنبی کا ملن بھی کبھی
عمر بھر کے کام ہوتے ہیں

جن سے لینا دینا نہ ہو ایاز
وہ لوگ کہاں عام ہوتے ہیں

کوئی تو بتا دے انسان کی پہچان ہے کیا
عادت یکسان انسان کیا حیوان ہے کیا

نام بڑا اسکا ہے مگر ہیں کام بُرے
عمل جو دیکھیں شرمندہ شیطان ہے کیا

رتبہ دیا تھا رب نے اسے یہ کھو بیٹھا
گلشن گلشن اس نے کیا ویران ہے کیا

خود ہی بگاڑے کام کہ کوسے قسمت کو
آیاز تو بھی اب کے کچھ حیران ہے کیا

اک نظر اسکی ایسا یہ کام کر گئی
میری راتوں کی نیندیں حرام کر گئی

زندگی کا تھا اپنا سہانا سفر
دن کے آنگن میں کیسے وہ شام کر گئی

حسن کی محفلوں کا بھی کیا رنگ تھا
ایک جلوے سے وہ قتل عام کر گئی

ساتھ اسکے رہا دو گھڑی کا مگر
زندگانی ایازؔ یوں تمام کر گئی

چہروں پر نقاب ہے
ہُنر تو لاجواب ہے

بے گناہی جرم ہے
زمانہ تو خراب ہے

ذلّت ہے رسوائی ہے
زندگی عذاب ہے

جس نے سودائے قوم کیا
آج وہ نواب ہے

بھیڑیئے ہیں ہر طرف
انسانیت نایاب ہے

ایاؔز بھی نہ سمجھ سکا
کیا گناہ کیا ثواب ہے

دل کو ایسے رُلایا نہ کرو
اوروں کیلئے اسے بہلایا نہ کرو

بستی سے تاریکی مٹانے کیلئے
اب اور اپنے گھر کو جلایا نہ کرو

ناکردہ گناہوں کے سزاوار ہو تم
ہر کسی بات پر سر ہلایا نہ کرو

زمانے کا درد لئے ہوئے ہو یار
اپنے زخموں کو تم بھُلایا نہ کرو

محبتوں کا صلہ تو خوب مل گیا
دل کسی سے اب لگایا نہ کرو

زخم گہرا ہے اسکی دوا کچھ نہیں
اب طبیبوں کو تم بلایا نہ کرو

دعا تیری آیازؔ ہوئی ہے قبول
کہیں تم سر اپنا جھکایا نہ کرو

شرافت کے ہم کو ملے ہیں صلے
کہ صدیوں سے ہم آگ میں ہیں جلے

زخم پر زخم ہم بھی سہتے گئے
کئی دھبے یوں خون کے ہیں دُھلے

ادا اب یہاں پر گناہ بن گئی
کہ نہتوں پہ کتنے ہی کوڑے چلے

سکڑ سی گئی جیسے دنیا یہاں
ملے جو بھی بس بے وفا ہی ملے

نہ شکوہ شکایت کسی سے ہے اب
ایازؔ نے بھلائے ہیں سارے گلے

رضا تیری ادا میری
حکم پر جان فدا میری

نہ ہو اِک لمحہ بھی خالی
ذکر تیرا دوا میری

ترا در ہو میرا سر ہو
وہیں بس ہو فنا میری

ہے چاہت بس یہی ایاز
قبول ہو ہر دعا میری

آنسو کو اب بہنے دو
دل کی دل میں رہنے دو

کیا کیا سہا ہے ہم نے بھی
خود ہی خود سے کہنے دو

گھاؤ کا کوئی مرہم نہیں
اس کو ہرا ہی رہنے دو

راس نہ آئی یہ دنیا
یارو اب بس جانے دو

آئے تھے یوں اکیلے ہم
اب تو اکیلا جانے دو

جو کچھ دیکھا کافی ہے
رات گئی اب سونے دو

کتنی خطا اور کتنی سزا
لیکھا جھوکھا کرنے دو

ایاؔز کو اب اکیلا چھوڑ
لحد اسے تو سجانے دو

زخم ملا جو حبیب سے
مرہم نہ ملا ہے طبیب سے

پیار جسے ہے ملا کبھی
ملا، ملا ہے نصیب سے

معصوم چہروں پر نا جا
دیکھا ہے میں نے قریب سے

صحرا میں پانی کی امید
قدرت کے رنگ عجیب سے

ایازؔ کے جتنے یار ہیں سب
کم وہ نہیں ہیں رقیب سے

ہم جو محفل میں دکھائی دیتے ہیں
صلے میں وہ رسوائی دیتے ہیں

قدرت ہے ان کی اداؤں میں
پیری میں جوانی دیتے ہیں

بات اسکی ہے بس میری سے
تبھی ہم لبوں کو سی دیتے ہیں

لوگ بہت شاطر ہیں اب
نہ بتاتے بھی دل کہی دیتے ہیں

ستم ان کے جوں جوں بڑھتے گئے
دل و جان سے انکو دہائی دیتے ہیں

خون نا حق چھپائے لاکھ لیکن
بُلبُلے پانی کے گواہی دیتے ہیں

یہ تو ایاز کی ہی بات نہیں
وہ کن کن کو رسوائی دیتے ہیں

مجھے میری شکست کا الزام نہ دو
یوں اپنی رسوائی کا انعام نہ دو

رہنے دو مجھے ابھی ہوش میں
بے خودی کا مجھے جام نہ دو

زندگی مختصر ہو مگر اپنی تو ہو
بھیک میں سانسیں مجھے انعام نہ دو

تنہائیاں جب مجھے ستانے لگیں
قسمت میں مجھے وہ شام نہ دو

میرے پاس میرے سپنے رہنے دو
میں آیاز ہوں مجھے اور کوئی نام نہ دو

کھسک گیا نقاب ہے
جھلک رہا شباب ہے

ہر اِک ادا ہے پُر کشش
صراحی میں شراب ہے

ہے پھول کی یہ پنکھڑی
یہ حسن لاجواب ہے

چُرا کے آنکھ دیکھنا
ستم بھی ہے عذاب ہے

ملن کی حسرتیں بھی اب
سراب ہے کہ خواب ہے

نہ رازِ دل کرو عیاں
زمانہ اب خراب ہے

ایازؔ کی یہ جستجو
خموش انقلاب ہے

پوچھنے تو آگئے حال میرے دوست یار
سب تو آئے وہ نہ آیا جسکا تھا انتظار

برف پگلی، دھوپ نکلی، راستے بھی کھل گئے
کاروان تو چل پڑے رہ گیا بس وہی پار

نیند آنکھوں کی گئی رات تو ڈھلنے لگی
انکی آمد کا گماں تھا اسلئے تھا بیقرار

پھول کھلے ہیں ہر طرف ہے شوروغل
باغ میں بُلبُل نہیں یارو یہ کیسی بہار

درد بے دوا ہے یہ جان تو لے جائیگی
آیازؔ کو معلوم ہے تبھی ہے وہ اشکبار

نا گھبرا سچ کہنے سے
روک نہ آنسو بہنے سے

وقت کی آوازیں سُن لو
ظلم بڑے گا سہنے سے

آنا اُس کا یادوں میں
ہجر میں اُن چاہنے سے

ایازؔ تو دے گا اب بھی دعا
دل میں درد کے رہنے سے

جب سے وہ ہمارے طرفدار ہوگئے
گویا کہ ہم وقت کے سردار ہوگئے

آنکھیں ملتا رہا دیکھ کر سماں
رقیب تو ہمارے اب پرستار ہوگئے

وہ نظر، نظروں میں ہے اک نظر
اُس نظر سے ٹھیک سب بیمار ہوگئے

چاہت تھی جسکی بے رخی اسکی سہی
چاہنے والے ایآز کے بیشمار ہوگئے

نہیں واسطہ ہے امیروں سے

جو کچھ ملا، ہے فقیروں سے

جانچ تدبیر سے تقدیر کو

کیا پوچھتے ہو لکیروں سے

یہ باتیں ہیں صرف بتانے کی

نا ملے کچھ ان تقریروں سے

روشِ زمانے سے ہٹ کے ایاز

پوچھ آزادی کا مطلب اسیروں سے

اقرار میں انکار ہے
کیسا یہ تیرا پیار ہے

سمجھوں تو سمجھوں کس طرح
معمہ تیرا اظہار ہے

لمحے چُرا نہ دریچوں سے
یہ وقت بڑا سود خوار ہے

دل یہ میرا بکاؤ نہیں
کیوں یہ سجا بازار ہے

اُس کے ستم سر آنکھوں پر
آخر وہ اپنا یار ہے

وارفتہ سا ایاز ہے
نا در نہ کوئی دیوار ہے

بعد مُدت وہ سپنوں میں آنے لگے
نیند راتوں کی اب وہ چُرانے لگے

سامنے میرے آتے ہیں وہ اس طرح
جیسے خود کو ہی خود سے چھپانے لگے

اُن کی نظروں میں پوشیدہ کیا راز تھا
بات کرتے ہی آنکھیں چُرانے لگے

بھولی صورت کے انداز اُن کے کہ بس
میری آنکھوں میں آنسو سجانے لگے

سامنے آکے وہ کہہ نہ پائے کبھی
خواب میں سارے قصّے سُنانے لگے

خونِ دل سے لکھے تھے جو تُم نے ایاؔز
اُن کو سارے وہ صدمے فسانے لگے

خوشی مری چلی کہاں
کہ شامِ غم ڈھلی کہاں

گلشن ہے پھیکا پھیکا سا
تم ہی بتا کلی کہاں

چوراہے پر کھڑا ہوں میں
ہے یار کی گلی کہاں

وفا کی وہ کتاب تھی
پتا نہیں جلی کہاں

حقیقتوں میں ، خواب میں
ایاز کو ملی کہاں

فنا کی بات کرتے ہو ، وفا تم جان لو پہلے
کہ نفرت جس سے کرتے ہو، اُسے پہچان لو پہلے

حقیقت جاننے والے نہیں ہو آشکارا تم
تمہاری فطرتیں ایسی ذرا تم مان لو پہلے

جسے تم سمجھے منزل ہو، سمے کا ایک دھارا ہے
سفر دُشوار ہے آگے سر و سامان لو پہلے

نہیں ہے وقتِ فرصت یہ کہ اب اک شام آئے گی
بہت ہے دور منزل پر ذرا سی ٹھان لو پہلے

انداز شاہانہ
اور مزاج شاعرانہ

تجھے نام کیا دوں اب میں
ہے ادا یہ عاشقانہ

یہ زمانہ تیرا شیدا
تیرے تیور باغیانہ

ہے خموش ساری شوخی
کہ ہو جیسے اک فسانہ

کہاں تجھ سے کچھ چھپا ہے
تیری نظریں طائرانہ

اے ایازؔ ہونٹ سی لے
کہ بُرا بہت زمانہ

اُس کی باتوں میں میں ہی اُلجھتا رہا
اپنی نظروں میں خود ہی میں گِرتا رہا

اندھے رستوں میں کچھ لوگ ہی کھو گئے
میں اُجالوں میں خود ہی بھٹکتا رہا

اُنس اتنا کہ ہر کفر کو چھُو لیا
اپنے اندر ہی اندر میں لڑتا رہا

وہ سمجھ کر بھی مجھ کو سمجھ نا سکے
میرے اندر مکیں کوئی سڑتا رہا

خواب کتنا حسیں میں نے دیکھا تھا کل
لمحہ لمحہ کہ جیسے میں مرتا رہا

اُن کی آمد پہ گاؤں جو روشن ہوا
دیکھ ایاؔز گھر اپنا جلتا ہوا

بڑی دیر کر دی ارے یار تم نے
نہ جانی زمانے کی رفتار تم نے

امیدیں، تڑپ اور وہ جستجو بھی
کیا ہر ادا کو ہے لاچار تم نے

جواں دل نہیں اب وہ ارماں نہیں ہے
سنیں اب کہاں ہیں وہ انکار تم نے

نہ ہاتھوں میں وہ ہاتھ، نہ وہ ساتھ ہے اب.
کہ سمجھا ہے اقرار، انکار تم نے

کہ شیریں زبان سے ہو نشتر چلاتے
کہاں سے ہے لایا یہ گفتار تم نے

نہیں تم کو احساس دردِ جگر کا
کیا کب کسی ہے وہ پیار تم نے

اب بات کرکے کرے کیا یہ آیاز
کہ کھوئے ہیں انکار، اظہار تم نے

سنو تو سناؤں فسانے بہت ہیں
ہمیں آج قصّے سُنانے بہت ہیں

ہنسی سے یہ وعدہ کیا ہم نے اب ہے
ہمیں آج ساتھی رُلانے بہت ہیں

نہیں سُننا چاہو کوئی بات ، کیا غم
کہ دورِ فلک کے زمانے بہت ہیں

مقدر میں لکھا جو مِل کر رہے گا
ستا کر بتانا ، سیانے بہت ہیں

یہ لمحے دکھوں کے کڑوی سی یادیں
ہواؤں کو دل اب دُکھانے بہت ہیں

نہیں مجھ کو پروا ہے رُسوائیں کی
ایاؔز رنگ تُجھ کو دکھانے بہت ہیں

سراپا حُسن ہو، جانِ بہار ہو
یاسمین تن ، بادِ چشم گُلعذار ہو

مہرِ نمکین، مہہ جبین ، اُنجمِ صفت ہو
زہرہ جمال، شہزادیٔ لیل و نہار ہو

ماہ و مہتاب ہو کہ کہکشاں ہو
ملکۂ ارض ہو ، گردوں کا وقار ہو

وجہِ سکونِ زندگی، روحِ نشاط ہو
اِک پیکرِ ناز ہو، عِفت شعار ہو

شانِ لطافت، جانِ نزاکت تمہیں تو ہو
ایاؔز کی تم روح ہو، جانِ اشعار ہو

کتنے ہی گھر تھے جو یہاں ویران ہوگئے
کچھ ڈانو ڈول آج کے میزان ہوگئے

شاعری سے ہے لگاؤ ، قصیدوں سے ہے نفرت
مدح سرائی سُن کے سب شیطان ہوگئے

عریان حُسن کیا ہوا محفل میں آج کل
سب شیخ جیسے فارِغُ الایمان ہوگئے

اپنے نقوش چھوڑنا چاہتے تھے دہر میں
بادِ صبا تھے ہم کہاں طوفان ہوگئے

ایاؔز کا جو خانۂ دل ہوگیا خراب
چاکِ جگر سے وہ بھی غزلخوان ہوگئے

چاہت نہیں ہے ، شوق نہیں ، ارمان نہیں ہے
اب آنے والا گھر میں بھی مہمان نہیں ہے

دل سے نکلتی ہے دعا جن کے لئے ہر پل
اُن کو بُھلانا اِتنا بھی آسان نہیں ہے

جو لوگ یہاں بستی جلا کر ہوئے روپوش
ماتم زدہ وہی ، کوئی حیران نہیں ہے

وہ پوچھتے ہیں ہم سے کہ ویرانی سی کیوں ہے
ہم کیا بتائیں شہر میں انسان نہیں ہیں

ہر روز ہے مرنا یہاں آیاز کہ اب تو
اب موت سے آدم بھی ہراسان نہیں ہے

دوست نہیں ، ہمدم نہیں
واہ رے زمانے غم نہیں

خواہش ، چاہت اپنی جگہ
دل کی دنیا کم نہیں

کس نے اُنہیں بہکایا ہے
ہم پہ اُن کا ستم نہیں!

سب کچھ ویسا ہے لیکن
تُم ہو لیکن ہم نہیں

اُٹھائے ہیں میں نے تیرے ناز کتنے
چُھپائے ہیں دل میں تیرے راز کتنے

زبان پر مہر ہے لگی کب کی لیکن
کہ خاموش رقصاں ہیں یہ ساز کتنے

فلک پر جو دیکھا تھا تیرا ستارا
مقدر کے بدلے ہیں انداز کتنے

خدا را نہ سمجھاؤ دنیا کی رسمیں
کہ ہم نے بھی دیکھے ہیں دم ساز کتنے

میرے بعد سب پہ کھلے یہ حقیقت
بجز اِک شفیع کے تھے ایاز کتنے

نظمیں

کسی نے کہا ہے

☆☆

اکثر لفظ وہ کہتے ہیں جو

وہ سہتے ہیں

اسی لئے تو

اپنی دنیا میں گُم رہتے ہے

☆☆

حساب

لمحوں کا حساب مانگنے والے

ذرا اپنی طرف دیکھ

ہم سے تو لمحے کی دیر ہوئی

اور تم

حساب و کتاب کا دفتر لے بیٹھے

تم جو صدیوں سے ستم ڈھاتے رہے ہو

اور ہم

چُپ کر سہتے رہے ہیں

ایسا کیوں؟

تو ہی بتا !!!

☆☆

میرے دوست

لطفِ محبّت سے نا آشنا ہو دوست

آؤ

محبّت کے نامعلوم خزانوں کی جستجو کریں

ملکوتی نغمے فضاؤں میں گونج رہے ہیں

آفتاب بھی سفر کرتے کرتے تھک گیا ہے

اور

اُس پر بھی زردی چھائی ہوئی ہے

چاند نکلنے کو ہے

مگر

دونوں خاموش اور

ایک دوسرے سے دور

اس کے معنی کیا ہیں؟

آؤ ان معموں کو حل کریں ☆☆

وفا

تم وفا کی بات کرتے ہو

ہم تو کب کے فنا ہو چکے ہیں

تم اپنی دنیا میں گُم

جہاں تمہیں

اپنے سوا کچھ اور دکھائی نہیں دیتا

اور اسی دھن میں

تم لفظوں کے معنی بھول گئے

ذرا بتا ا

وفا کیا ہے، جفا کیا اور فنا کیا؟

☆☆

بند دروازہ

دستک کا میں قائل نہیں

میرے لئے ہر دروازہ بند

میں جانتا ہوں

انمول چیزیں بند دروازوں کے پیچھے ہوتی ہیں

ہاں انمول

جنہیں عام لوگ دیکھنے سے قاصر ہیں

لیکن میں ـــــــــ!

میں تو عام لوگوں میں نہیں

کیونکہ مجھ میں

انمول چیزیں دیکھنے کی چاہ ہے، ہی نہیں

☆☆

مطبوعات

☆	دردِ پنہاں	اُردو افسانے	۱۹۹۹ء
☆	اسلامک بینکنگ	انگریزی مقالہ	۲۰۰۹ء
☆	تلاشِ سحر	اُردو شاعری	۲۰۱۰ء
☆	پگڈنڈی کا مسافر	اردو افسانے	۲۰۱۱ء
☆	شبِ تنہائی	اردو شاعری	۲۰۱۲ء

زیر طباعت:

☆	خرافات	اردو انشائیہ
☆	پوت ژھایے	کشمیری شاعری

Graphics and composing: Almukhtar Publishers Islamabad Kmr

shab e tanhai

Dr Mohammad Shafi Ayaz



almukhtar publications Islamabad